ایک بقیۃ السلف عالم دین

علامہ مولانا مار تونگ صاحب مدظلہٗ کی کہانی اُنکی اپنی زبانی

راوی :- صاحب سوانح مدظلہٗ
روایت :- مولانا فضل مولی صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ
ترجمہ :- ادارۃ الحق

دارالعلوم دیوبند میں | ۱۳۲۵ھ میں میں دارالعلوم دیوبند گیا، میں نے داخلہ امتحان کیلئے فارم میں تین کتابیں لکھیں - ۱- قاضی - ۲- شرح اشارات - ۳- شرح چغمینی ۔

مولانا انور شاہ کشمیریؒ | میرے امتحان داخلہ کیلئے حضرت کشمیریؒ (شاہ انور شاہ علیہ الرحمۃ) تجویز کئے گئے ۔ جب وقت میں امتحان دینے انکی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے قاضی کے مبحث تشکیک میں لا تشکیک فی الماہیات سے شروع فرمایا - اور اما انتفاء الماھیۃ ۔ تک تقریباً ایک صفحہ میں میں نے حضرت والا شانؒ کو امتحان دیا، اس کے بعد حضرت والا شان نے کتاب بند فرمائی اور یاد سے منتشر سوالات شروع کئے، میں نے اس کے مناسب جوابات دیئے، اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ امتحان کی دو کتابیں اور باقی ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ معلومیۃ قابلیت کیلئے ایک کتاب کا امتحان کافی ہے. اس لئے باقی دو کتابوں میں امتحان نہ ہوا - پھر دریافت فرمایا کہ اس سال یہاں دارالعلوم میں آپ کونسی کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں - میں نے عرض کیا کہ مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف ہدایہ مکمل اور توضیح ۔ تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ دورۂ حدیث کیلئے متنبی کا پڑھنا بھی ضروری ہے، اس لئے متنبی بھی پڑھ لیں. اسی دن سے میرا کھانا مطبخ سے جاری ہوا ۔ اور نمبرات کے لحاظ سے میں عمدہ درجہ میں کامیاب ہوا.

مولانا شبیر احمد عثمانی | میرے اسباق کی ترمیم و ترتیب حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے حوالہ تھی، انہوں نے مجھ سے کتابوں کے بارہ میں دریافت کیا تو میں نے ان کتابوں کا نام لیا. جو حضرت شاہ صاحب مرحوم

کے سامنے لیا تھا۔ تو مولانا شبیر احمد صاحب نے پوچھا کہ جب ہدایہ مکمل پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو کیا شرح وقایہ آپ نے پڑھی ہے، میں نے عرض کیا کہ شرح وقایہ تو کیا میں نے کنز الدقائق بھی نہیں پڑھی تو فرمایا کہ جب شرح وقایہ اور کنز بھی نہیں پڑھے تو ہدایہ مکمل کس طرح سے سکتے ہیں۔؟ تو میں نے جواب میں کہا کہ آپ اپنے اس دارالعلوم کے کسی مکمل طالب العلم کو بلائیں کہ ہدایہ پڑھ چکا ہو۔ اور اعلیٰ طریقہ سے کامیاب بھی ہوا ہے۔ پھر مجھے اور ان کو ۵ منٹ کی فرصت دیکر کسی مشکل جگہ کو متعین فرماکر بعد میں دونوں سے امتحان لیں اور ہم دونوں کا موازنہ کرلیں۔ مولانا شبیر احمد صاحب نے فرمایا کہ آپ کی قابلیت میں کوئی شک نہیں کہ جب آپ نے امتحان کے لئے شرح اشارات اور قاضی کا نام لکھا ہے۔ اور پھر قاضی میں حضرت شاہ صاحب کا امتحان دیکر عمدہ نمبرات سے کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ مگر یہ ترتیب ہمارے دارالعلوم کے اصول کے خلاف ہے کہ شرح وقایہ نہ پڑھی ہو اور اسے ہدایہ میں شریک کر لیا جائے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کا یہ قانون غلط ہے۔ اس وجہ سے کہ اس میں مراتب اذہان کی تفاوت کی رعایت نہیں۔ تو انہوں نے منطق لہجہ میں فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ دینیات میں مرکز خاک پر ہیں۔ اور معقولات میں محدبِ فلک الافلاک پر ہیں۔ تو میں نے جواباً کہا کہ اس لئے کہ معقولات مبادی ہیں۔ اور دینیات مقاصد اور مبادی، مقاصد پر طبعاً مقدم ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں نے وضعاً بھی اسے مقدم رکھا ہے۔ اس لئے کہ وضع کی مطابقت طبع کے ساتھ ہو سکے۔ پھر آپ نے سوال کیا کہ آپ نے کونسی شرح اشارات پڑھی ہے۔ امام رازیؒ کی یا طوسی کی۔؟ تو میں نے جواب میں قصداً ابہام سے کام لے کر کہا کہ جو شرح اشارات مدارس میں مروّج ہے۔ اسی کو پڑھ چکا ہوں تو فرمایا کہ میں اُسی ہی کو متعین کرنے کا پوچھتا ہوں۔ تو میں نے کہا کہ آپ کے دارالعلوم کا جو بلند و بالا نصاب ہے۔ خود آپ کے سامنے ہے۔ پھر مجھے اس کے تعین کی کیا ضرورت ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب آپ ناراض ہو رہے ہیں۔ تو میں نائب مہتمم مولانا حبیب الرحمان صاحب مرحوم سے آپ کو ہدایہ میں شمولیت کی اجازت لے لوں گا۔ میری خفگی حضرت مولانا نے میرے مذکورہ جوابات سے محسوس فرمائی۔

دیوبند سے امروھہ | مگر ابھی اسباق شروع نہیں ہوئے تھے کہ دیوبند کی آب و ہوا کی عدم موافقت کی وجہ سے میں بیمار ہو گیا۔ تو میں نے بعض معتمد طلباء سے مشورہ کیا۔ انہوں نے یہ رائے دی کہ امروھہ ضلع مرادآباد کی آب و ہوا بڑی عمدہ ہے۔

مولانا حافظ عبدالرحمان امروھی | وہاں کے مدرسہ کے صدر مولانا حافظ عبدالرحمان امروھی مشاہیر مفسرین اور اکابر محدثین میں سے ہیں۔ آپ جلالین شریف میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی اور احادیث میں حضرت گنگوہیؒ کے براہ راست شاگرد تھے۔ تو میں امروھہ چلا گیا۔ وہاں میری صحت بالکل ٹھیک

ہوگئی۔ امتحان داخلہ میں پہلے نمبر پر کامیاب ہو کر داخل مدرسہ ہوگیا۔ مشکوٰۃ شریف میں نے یہاں مولانا رضا حسن صاحب سے پڑھی، جو حضرت مولانا سید احمد حسن امروہی کے بھتیجے تھے۔ اور مولانا احمد حسن مرحوم احادیث میں حضرت گنگوہیؒ کے بالذات شاگرد تھے اور اپنے وقت میں مشاہیر اور اکابر محدثین اور معقول علماء میں سے تھے۔ اور اپنے دور کے کامل اولیاء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کا ارشاد یہ بات مشہور تھی کہ مولانا احمد حسن پر جلالی شان غالب تھی، اور ان کے ساتھی حضرت شیخ الہند پر جمالیت کا غلبہ تھا۔ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں میں سے ایک میری عین یمنی (داہنی آنکھ) اور دوسری عین یسری (بائیں آنکھ) ہے اور یہ تعیین نہ فرماتے کہ کون عین یمن ہے، اور کون عین الیسر —— توضیح اور ہدایہ اوّلین غالباً مولانا امین الدین سے شروع کی اور ہدایہ اخیرین تفسیر بیضاوی اور جلالین شریف حضرت والاشان مولانا حافظ عبدالرحمان صاحب سے شروع کیں۔ ایک کتاب ختم ہونے کے بعد دیوان متنبی بھی حضرت حافظ صاحبؒ سے پڑھی، تقریباً دو ماہ گذرے تھے کہ مولانا امین الدین صاحب کو جو بہت بڑے حکیم تھے۔ حکیم اجمل خاں صاحب نے دہلی اپنے طبیہ کالج کیلئے طلب کیا۔ ان کے جانے سے جگہ خالی رہ گئی۔

طالب علمی میں تدریس اس وقت تک درجۂ علیا کے طلبہ مجھ سے خارجی اوقات میں معقولات کی اہم کتابیں پڑھنے لگے تھے۔ اور حضرت مولانا امروہی سے میری بڑی تعریفیں کرتے تو حضرت مولانا نے مجھے فرمایا کہ چونکہ نائب صدر چلے گئے۔ ان سے آپ توضیح پڑھتے تھے۔ وہ اب میں پڑھاؤں گا۔ اور ان کے ذمہ معقولات کے علاوہ دیگر کتابیں باقی مدرسین اور معقولات کی جو کتابیں صدرا، قاضی، حمد اللہ ان کے پاس تھیں، وہ اب آپ خارجی اوقات میں بحیثیت معین مدرس پڑھائیں گے۔ اور اسکی مناسب تنخواہ بھی مقرر ہوگی۔ اور اگلے سال جب آپ دورۂ حدیث سے فراغت پا سکیں تو یہ کتابیں مستقل آپ کے سپرد ہوں گی۔ اور آپ بحیثیت نائب صدر مستقل مدرس ہو سکیں گے۔ اراکین مدرسہ کی شوریٰ بھی طلب فرمائی جنہوں نے اس مشورہ کی منظوری دی۔ اور میرے لئے چارپائی، بستر، وغیرہ اور کچھ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ اگلے سال حضرت امروہی مرحوم سے دورۂ حدیث شروع کیا۔

مولانا امروہی مسلک کی تلاش میں آپ نے وقت اور حالات کے مطابق دو ایک باتیں یہ فرمائیں کہ میں نے دورۂ حدیث تین مرتبہ کیا۔ پہلی بار عدم واقفیت کی وجہ سے ایسے استاد سے کتابیں پڑھیں کہ وہ غیر مقلد تھے۔ (ان کے نام کا تعین آپ نے نہیں کیا) دورہ شروع ہونے کے بعد اثناء درس میں اور بعد اختتام دورہ مجھ میں عدم تقلید کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔ لہٰذا میں نے ارادہ کیا کہ ثانیاً دورۂ

حدیث اس خیال سے کروں کہ حق تحقیق مجھ پر واضح ہو سکے۔ اس بنا پر میں حضرت قطب الارشاد مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور جب ان کے درس میں شریک ہو گیا تو جس مقام پر میرا شک اور تردد ہوتا حضرت گنگوہیؒ فراستِ ایمانی کی روشنی سے میری طرف متوجہ ہو جاتے۔ اور ایسی تحقیق فرما لیتے کہ مجھے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب و مسلک حق ہونے کا یقین حاصل ہو جاتا۔

حضرت گنگوہیؒ کا درسِ حدیث حضرت گنگوہیؒ کی یہ خصوصیت تھی کہ اختلافی مباحث میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اقصیٰ مراتب کمال میں واضح کر دیتے اس طرح کہ کسی قسم کا شک و شبہ مذہبِ امام کی حقانیت میں نہ رہ سکتا۔ یہ احادیث میں ہمیشہ آپ کی عادتِ شریفہ رہی کہ اختلافی مسائل میں پہلے مذاہبِ اربعہ بیان کر لیتے۔ پھر امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے جوابات دیتے اور اثبات مذہب حنیفہ کیلئے احادیث بیان فرماتے اور مخالفین کی احادیث کے امام کی طرف سے جواب دیتے۔ تو ایک مرتبہ کسی شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت اگر امام شافعیؒ زندہ ہوتے اور آپ کی تحقیقات سے واقف ہو جاتے تو وہ بھی حنفی ہو جاتے۔ اس بات کا حضرت گنگوہیؒ پر اتنا بڑا اثر ہوا کہ رنگ زرد ہو گیا، اور بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے پر اس طالب علم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ارے گستاخ اگر حضرت امام شافعی زندہ ہوتے تو رشید احمد نہیں اسباق پڑھاتے یا حضرت امام شافعیؒ کی کفش برداری میں لگے رہتے۔؟

الغرض جب میں نے گنگوہ میں دورہ ختم کیا تو علاوہ دو تین مقامات کے میرے سارے شکوک رفع ہو گئے۔ اور میں امروہہ چلا آیا۔ یہاں حضرت مولانا احمد حسن امروہی کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا، کہ حضرت میرے تمام شکوک حضرت گنگوہیؒ کے درس میں رفع ہو گئے ہیں۔ سوائے دو تین مقامات کے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ میرے دورۂ حدیث کے اسباق میں بیٹھا کریں۔ بلکہ پورا دورہ یہاں بھی پڑھ لیں۔ تو جب میں نے تیسری بار یہاں حضرت مولانا احمد حسن امروہی سے بھی دورۂ حدیث پڑھا تو مذہب امام ابوحنیفہؒ مجھ پر بمنزلۂ موجود عینی کے منکشف ہو گیا۔

مولانا محمد قاسم کی کرامت تیسری بات یہ ہے کہ ایک دفعہ درس میں طلبہ نے حضرت والا شان سے اس تعجب کا اظہار کیا کہ آپ کا جسم اتنا بھاری ہے، کثیر الجسامۃ ہیں۔ مگر رفتار میں پھر بھی اتنے تیز کہ ہم آپ کی عام رفتار کو دوڑنے میں بھی نہیں پہنچ سکتے۔ تو انہوں نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ جب میں نے دیوبند میں حضرت نانوتویؒ مرحوم سے خصوصی سفارشات کی وجہ سے مستقل طور پر جلالین شریف پڑھنا شروع کی اور اعلیٰ درجہ کے مدرسین بھی اس میں سامع ہوتے۔ مجھے اس زمانہ میں چلنے میں بھی بڑی دقت ہوتی۔

تو تنہائی میں ایک بار حضرت کی خدمت میں دعا کی درخواست پیش کی کہ موٹاپے کی وجہ سے چلنے پھرنے میں بڑی تکلیف ہے۔ میرے لئے دعا فرمائیں کہ یہ تکلیف سرعت رفتار سے بدل جائے۔ تو حضرت نانوتویؒ نے اس وقت سکوت فرمایا۔ مگر تہجد کے بعد میں اپنے حجرہ میں جلالین شریف کا مطالعہ کر رہا تھا کہ کسی نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا باہر نکلا تو حضرت نانوتویؒ تشریف لائے تھے۔ فرمایا کہ دروازہ بند کر دو میں نے تعمیل حکم کی، اور حضرت میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر چل پڑے اور کسی آیت کی تحقیق سے متعلق بات چھیڑ دی۔ کہ اس میں آپ کو کچھ معلومات ہیں۔؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت ہی اسکی تحقیق فرما دیں — تو ہم راستہ میں چل رہے تھے۔ اور حضرت نے آیت کی تحقیق شروع فرمائی۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں آبادی تھی، اور تھوڑی دیر رکے تھے کہ پیران کلیر کے خادم مزار حاضر ہوئے، مزار کا دروازہ کھولدیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا، حضرت نانوتویؒ حجرہ میں داخل ہوئے اور قبر کے پاس کچھ دیر مراقبہ فرمایا پھر باہر تشریف لائے اور میرا ہاتھ اسی طرح اپنے ہاتھ میں لیکر چل پڑے اور جہاں آیت کی تحقیق چھوڑی تھی وہاں سے آگے بات شروع فرمائی کچھ دیر گذری تھی اور تھوڑا سا عرصہ گذرا تھا کہ ہم دیوبند کے اپنے حجرے میں پہنچ گئے۔ جبکہ مدرسہ سے پیران کلیر کا مزار تقریباً چار پانچ میل یا اس سے زیادہ تھا ہمارا وہاں آنا جانا، مراقبہ کرنا سب کچھ تقریباً ۱۵ منٹ میں ہوا۔ جب ہم حجرہ میں پہنچے تو صبح قریب تھی، میں کمرہ میں داخل ہوا، اور حضرت تشریف لے گئے۔ صبح ہوئی تو میں نماز کے لئے چل پڑا، تو جسم میں نہایت خفت، پھرتی اور رفتار میں نہایت سرعت تھی۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس کرامت کا اثر تھا کہ عظمت جسامت کے باوجود میں اتنا سریع رفتار والا ہوں —— الغرض میں نے حضرت کے سرعۃ المسافۃ کی کرامت کے علاوہ اور بھی حضرت کی کرامات کا مشاہدہ کیا۔

مارتونگ جانے کے اسباب | ۱۳۰۳ھ کے آغاز میں میں نے دورہ احادیث شروع کیا، تو اسی سال میرے چچا دہلی سے ہری پور ضلع ہزارہ تشریف لے گئے، اور ہری پور کے قریب موضع کلابٹ میں مقیم ہو گئے۔ چونکہ وہ ایک متبحر ذکی عالم تھے۔ اس لئے بڑی کثرت سے ہزارہ اور چھچھ کے مختلف طلبہ جمع ہو کر مختلف کتابیں علوم و فنون کی آپ سے پڑھنا شروع کیں۔ انہی ایام کے لگ بھگ ہمارے گاؤں مارتونگ کے ایک قاضی صاحب جو ایک بہترین عالم تھے وفات پا گئے۔ قوم کی خواہش تھی کہ ان کی جگہ ایک ایسے جامع مکمل عالم آجائیں۔ جو مختلف فنون کے طلبہ کو بھی اپنے اردگرد اکٹھا کر سکے اور ساتھ ہی متقی اور منصف مزاج بھی ہوں کہ قومی جھگڑوں کا فیصلہ عدل و انصاف سے کر سکے۔ لوگ اس کوشش میں تھے کہ میرے استاذ حضرت مولانا عتیق اللہ صاحب جو بلیانی کے باشندے تھے اور میرے چچا صاحب کے ہم عمر اور مخلص دوست بھی

تھے۔ انہیں میرے چچا کے بارہ میں پتہ چل گیا کہ وہ ہندوستان سے آکر کلاچی میں طلبہ کو درس دے رہے ہیں۔ لہذا مولوی عتیق اللہ صاحب نے مارتونگ جاکر وہاں کے عوام کو جمع کیا۔ اور کہا کہ آپ کے حسب خواہش عالم مجھے معلوم ہے۔ جو ایک جامع متبحر منصف عادل عالم شخص ہے۔ اور ان کا ایک بھتیجا بھی امروھہ سے اس سال فارغ التحصیل ہونے والا ہے۔ تو مارتونگ کے لوگوں کے جرگہ نے انہیں باصرار کہا کہ خدا کے لئے اس عالم کو کلاچی سے لے آئیں، تو مولانا عتیق اللہ صاحب کلاچی گئے اور میرے چچا کو مارتونگ لے جانے پر مجبور کیا ان کی آمد پر مارتونگ کے لوگوں نے اتفاق کیا کہ آپ ہی ہمارے پیش امام مدرس اور قاضی ہیں میرے چچا نے میرا ذکر کیا کہ وہ شعبان میں فارغ ہو کر آئیں تو میں ان کے متعلق بھی آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ انہیں یہاں دینی خدمات کے لئے رکھوں گا۔ اس کے بعد میرے عم محترم نے لگاتار کئی خطوط امروھہ بھیجے اور لکھا کہ امتحان اور فراغت کے بعد فوراً مارتونگ آجائیں۔

مولانا امروھی سے وعدہ تدریس | ۱۳۳۶ھ کے آخر میں میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوا۔ اور حضرۃ مولانا عبدالرحمان امروھی سے اجازت طلب کی کہ میرے چچا نے مجھے فوری طور پر طلب کیا ہے۔ اور میرے لئے ان کے مشورہ اور حکم سے تخلف کرنا مشکل ہے، لہذا مجھے جانے کی اجازت عطا فرمادیں تو انہوں نے اس شرط سے اجازت مشروط کردی کہ آپ آئندہ سال بھی تعطیل کے بعد بحیثیت نائب صدر کے تدریس کے لئے یہاں آئیں گے۔ میں نے وعدہ کیا، تو انہوں نے وعدہ کی توثیق کی غرض سے مہتمم مدرسہ کو فرمایا کہ ان کا سامان بستر وغیرہ دفتر ہی میں رکھ دو۔ اور اس کو طلبہ کے امدادی فنڈ، صدقات سے آنے جانے کا کرایہ اور خرچہ دیدو، مدرسین کی مد سے اس لئے نہ دو کہ بالفرض اگر مجبوراً نہ آسکیں تو ذمہ دار اور گنہگار نہ ہوں گے۔ تو میں مولانا صاحب کی اجازت سے رخصت ہو کر مارتونگ چلا آیا۔ اپنے چچا سے مولانا صاحب کے ساتھ کئے گئے وعدہ کا ذکر ہوا، انہیں پریشانی ہوئی کہ اب یہ دوبارہ جائیں گے ان ہی دنوں مولانا عتیق اللہ صاحب بھی مارتونگ میں موجود تھے، تو میرے رکوانے کے لئے ان میں یہ تجویز طے ہوئی کہ ان کا عقد نکاح کرایا جائے۔

عقد نکاح اور تدریس | چنانچہ اس تجویز کو زیر عمل لایا گیا، تو مجبوراً مجھے مارتونگ میں ٹھہرنا پڑ گیا، تو تدریس شروع کی۔ میں اواخر شعبان ۱۳۳۶ھ میں یہاں آیا تھا۔ رمضان المبارک شروع ہوا اور میرے عم محترم کے ہاں مختلف فنون شروع تھے، تو انہوں نے بعض طلبہ میرے سپرد کئے، اسباق شروع کراتے ہی طلبہ مجھ سے نہایت مطمئن ہوئے تو طلبہ کی خوشی کی وجہ سے میرے چچا نے اکثر کتابیں میرے حوالہ کر دیں۔ اور دو تین کتابیں اپنے پاس رہنے دیں۔ دو تین سال ہی میں فنون کے اعلیٰ درجہ کی کتابوں میں

نہایت شہرت ہوئی اور اطراف واکناف سے کثرت کے ساتھ طلبہ کا ہجوم ہوا اور مجبوراً مجھے درس کو منظم اور باضابطہ شکل دینی پڑی۔ اس طرح کہ میں سات آٹھ اسباق اپنے ذمہ لیتا۔ اور طلبہ اپنی مناسبت سے ان کتب مشروعہ میں شامل ہو جاتے۔

حضرت سنڈاکئی باباؒ سے بیعت وسلوک کا تعلق

اس اثناء میں کہ میں مارتونگ میں مقیم تھا کہ حضرت شیخ المشائخ قطب الارشاد مولانا مولوی ولی احمد صاحب المعروف بہ سنڈاکئی باباؒ لوگوں کے رشد و ہدایا اور قومی رسم ورواج کی اصلاح کی غرض سے سوات تشریف لائے اور سوات کے علاقہ "شامیزو" میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ حضرت مولانا نجم الدین صاحب معروف بہ اڈے بابا صاحب کے خلیفہ مجاز تھے اور مولانا نجم الدین صاحب حضرت شیخ المشائخ مولانا عبد الغفور صاحب معروف بہ سوات بابا جی صاحب مرحوم کے خلیفہ تھے۔

چونکہ حضرت "سنڈاکئی بابا" کی اصلاحات اور دفع مظالم کے واقعات حد شہرت کو پہنچ گئے۔ اور کرامات کا غلغلہ ہوا، تو میرے قلب میں جذبۂ محبت موجزن ہوا۔ اور آپ سے بیعت کے لئے فرط اشتیاق پیدا ہوا تو اپنے چچا صاحب کی اجازت سوات کے علاقہ شامیزو چلا گیا کہ حضرت کی ملاقات سے مشرف ہو جاؤں، اُن کے ساتھ میرا تعارف پہلے سے بھی تھا۔ وہ اس طرح کہ آپ جزیرۃ العرب سے واپسی کے دوران دہلی تشریف لائے تھے۔ اور دہلی کے عوام میں عموماً اور طلباء و علماء کے حلقوں میں خصوصاً ان کا چرچا ہوا۔ تین چار بعض وجوہات سے آپ دہلی تشریف فرما رہے۔ اس وقت میری جوانی کا ابتدائی زمانہ تھا۔ مگر میں نے بعض اوراد کی اجازت ان سے لے لی تھی اور اس کا اتنا اثر تھا کہ چار پانچ ماہ تک میں مدرسہ فتح پوری سے دہلی کے بازار تک نہیں گیا۔

اس کے بعد دہلی سے حضرت سنڈاکئی باباؒ پشاور تشریف لائے اور تہکال پایاں میں مقیم ہوئے اور لوگوں سے مشورہ کیا کہ یہاں ایک ایسی درسگاہ قائم کی جائے جو ہندوستان کے دیوبند کی طرز پر ہو، مدرسہ کی عمارت کی تعمیر شروع فرمائی، مگر عمارتی چوب اور دیگر ضروریات کی غرض سے سوات تشریف لائے اور علاقہ شامیزہ میں ٹھہر گئے، یہاں چونکہ نواب دیر کی حکومت تھی اور حکومت کے کارندوں کے مظالم پٹھانوں کے غرباء پر حد سے زیادہ ہو گئے تھے، اور پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ آپ یہاں کی اصلاح اور نواب دیر کی حکومت ختم کرانے کے خیال سے یہیں مقیم ہو گئے، اور دار العلوم تہکال کے بنانے کی تجویز ادھوری رہ گئی۔

(باقی آئندہ)